17

اگر انسان پورے یقین کے ساتھ خدا تعالیٰ کو پکارے تو اس کی پکار کبھی ضائع نہیں جاتی اور خدا اس کی مدد کے لیے دوڑا چلا آتا ہے

(فرمودہ 14 جون 1957ء)

تشہّد، تعوّذ، سورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے قرآن کریم کی اس آیت کی تلاوت فرمائی کہ:-

وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِىْ عَنِّىْ فَاِنِّىْ قَرِيْبٌ ؕ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِىْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِىْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ 1

اس کے بعد فرمایا:

"اس آیت میں دعا کی قبولیت کا اللہ تعالیٰ نے ایک عظیم الشان گُر بتایا ہے۔ میں تو آج خطبہ پڑھ رہا ہوں یا اس سے پہلے بھی بعض دفعہ اس آیت کے متعلق خطبات پڑھ چکا ہوں لیکن یہ آیت تیرہ سو سال سے قرآن کریم میں موجود ہے۔ پس یہ آج کا نسخہ نہیں بلکہ تیرہ سو سال سے اللہ تعالیٰ کا بتایا ہوا نسخہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِىْ عَنِّىْ فَاِنِّىْ قَرِيْبٌ کہ جب کبھی

میرے بندے انسانی خداؤں سے ڈر کر پوچھیں کہ ہمارا آسمانی خدا کہاں ہے؟ ہم پر تو فرعون نے اور نمرود نے اور شدّاد نے اتنا تصرّف کر لیا ہے کہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم کہاں جائیں اور کس طرح مصائب اور آفات سے رہائی حاصل کریں۔ وہ تو عرش پر بیٹھا ہوا ہے اور ہمیں نظر نہیں آتا۔ تو تُو انہیں کہہ دے کہ تمہیں میرے پاس آنے کی ضرورت نہیں۔ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ میں خود تمہارے قریب آیا ہوا ہوں۔ اگر تمہارا باپ تمہارے کام آسکتا یا تمہارا چچا تمہاری مدد کر سکتا یا اَور کوئی رشتہ دار تمہارے قریب ہوتا تو تمہیں دوڑ کر اُس کے پاس جانا پڑتا مگر اب تمہیں کہیں جانے کی ضرورت نہیں۔ میں آپ دوڑ کر تمہارے قریب آیا ہوا ہوں۔ پس تمہاری فریاد کے سنے جانے میں کوئی وقت نہیں لگ سکتا۔ دنیا میں تو تمہیں مدد حاصل کرنے کے لیے اپنے رشتہ داروں کے پاس دوڑنا پڑتا ہے مگر یہاں یہ کیفیت نہیں بلکہ یہاں میں آپ دوڑ کر تمہارے قریب آ گیا ہوں۔ پھر تمہیں کیا مشکل پیش آسکتی ہے۔ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ جو شخص بھی کامل طور پر دعا کرنے والا ہو میں اُس کی دعا کو قبول کیا کرتا ہوں اور اُسے کبھی خالی ہاتھ اپنی بارگاہ سے واپس نہیں لوٹاتا۔ مگر شرط یہ ہے کہ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِیْ آخر تمہاری میرے ساتھ کوئی رشتہ داری تو نہیں۔ نہ میں تم میں سے کسی کا باپ ہوں اور نہ میں کسی کا بیٹا ہوں۔ میرے ساتھ تمہارا تعلق تو دوستی اور محبت سے ہی قائم ہے۔ اور دوستی میں یہی ہوتا ہے کہ ایک دوسرے کی باتیں مانی جاتی ہیں۔ پس بے شک میں ان کی دعائیں سننے کے لیے تیار ہوں مگر وہ بھی تو میری سنیں اور میری باتیں مانیں۔ آخر یہ کیا بات ہے کہ وہ تو چاہتے ہیں کہ میں اُن کی سنوں مگر وہ میری بات ماننے کے لیے تیار نہ ہوں۔ اگر وہ چاہتے ہیں کہ میں اُن کی سنوں تو وہ میری بھی سنیں اور میرے احکام پر چلیں۔ آگے فرماتا ہے وَلْيُؤْمِنُوْا بِیْ اب یہ سیدھی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام وہی مانے گا جو اُن پر ایمان لائے گا۔ آخر ایک ہندو کیوں حج کرے گا؟ ایک ہندو کیوں روزہ رکھے گا؟ ایک ہندو کیوں زکوٰۃ دے گا؟ یا ایک عیسائی کیوں روزہ رکھے گا؟ وہ کیوں حج کرے گا؟ وہ کیوں زکوٰۃ دے گا؟ ایک عیسائی یا ہندو تبھی روزہ رکھے گا اور تبھی حج کرے گا اور تبھی زکوٰۃ دے گا جب وہ مسلمان ہو جائے گا۔ پس جب خدا تعالیٰ نے پہلے کہہ دیا کہ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِیْ انہیں چاہیے کہ وہ میری باتیں بھی مانیں تو ایمان اس کے اندر آ گیا۔ پھر وَلْيُؤْمِنُوْا بِیْ کیوں کہا؟ اس کے متعلق یاد رکھنا چاہیے کہ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِیْ میں تو احکام پر عمل کرنے کی ہدایت ہے اور وَلْيُؤْمِنُوْا بِیْ میں

اس طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ تم صرف احکام پر ہی عمل نہ کرو۔ بلکہ اس بات پر بھی یقین رکھو کہ میں تمہاری دعائیں سن سکتا ہوں اور ان کے مطابق دنیا میں تغیرات پیدا کرسکتا ہوں۔ اگر تم یہ یقین نہیں رکھتے تو پھر تمہارا دعا کرنا ہنسی اور تمسخر ہے۔ جیسے اگر کوئی شخص بُت کے آگے روتا بھی رہے اور چیخیں مار مار کر دعائیں بھی کرتا رہے تو بُت نے کیا کر لینا ہے۔ اِسی طرح اگر ایک شخص خدا تعالیٰ کے سامنے بیٹھ جاتا ہے اور اس سے دعائیں مانگنے لگ جاتا ہے۔ لیکن دل میں یہ یقین نہیں رکھتا کہ خدا اُس کی دعاؤں کو سن سکتا ہے تو وہ خدا تعالیٰ کی ہتک کرتا اور اسے ایک بُت کا درجہ دیتا ہے۔ لیکن اگر وہ پورے یقین کے ساتھ خدا تعالیٰ کو پکارتا ہے تو اس کی پکار کبھی ضائع نہیں جاسکتی۔ خدا تعالیٰ اس کی مدد کے لیے دوڑا چلا آتا ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ کی ایک رشتہ دار عورت جو غالباً اُن کی پھوپھی تھیں اُن کی کسی دوسری عورت سے لڑائی ہوگئی۔ جوش میں اُن کی پھوپھی نے اُس عورت کو تھپڑ مارا جس سے اُس کا دانت ٹوٹ گیا۔ اس عورت کا بیٹا یا بھتیجا مسلمان تھا۔ اُس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دعوٰی دائر کر دیا اور کہا یَا رَسُولَ اللّٰہ! جس طرح میری والدہ یا چچی کا دانت توڑا گیا ہے اِسی طرح ابوہریرہؓ کی پھوپھی کا بھی دانت توڑا جائے۔ چونکہ حضرت ابوہریرہؓ ایک مخلص صحابی تھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے سمجھایا کہ معاف کر دو مگر اس نے کہا یَا رَسُولَ اللّٰہ! میں معاف نہیں کرسکتا۔ میرے دل میں بڑی آگ ہے۔ جب تک ان کی پھوپھی کا بھی دانت نہیں نکالا جائے گا مجھے تسلی نہیں ہوگی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے پھر سمجھایا اور فرمایا کہ جانے دو۔ مگر وہ نہ مانا۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سمجھانے کے باوجود وہ نہ مانا تو حضرت ابوہریرہؓ نے سمجھ لیا کہ جو انسانی زور ہوسکتا تھا وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک ہی ہوسکتا تھا۔ جب اس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات ماننے سے بھی انکار کر دیا ہے تو اَب خدا ہی باقی رہ گیا ہے۔ اُس کے سامنے مجھے اپنا ہاتھ پھیلانا چاہیے۔ چنانچہ وہ جوش میں آ گئے اور انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے کہا کہ خدا کی قسم! میری پھوپھی کا دانت نہیں توڑا جائے گا۔ اِس فقرہ کا اُن کے منہ سے نکلنا تھا کہ وہی مسلمان جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش کو بھی ردّ کر چکا تھا خدا کا نام سن کر ڈر گیا اور کہنے لگا یَا رَسُولَ اللّٰہ! میں معاف کرتا ہوں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا میں

بعض آدمی ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے سر میں مٹی پڑی ہوئی ہوتی ہے اور جن کے کپڑے میلے کچیلے ہوتے ہیں مگر جب وہ کسی معاملہ میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کوئی بات کریں تو خدا آسمان سے ان کی قسم کو پورا کرنے کا فیصلہ کر دیتا ہے۔2

اب دیکھو! ابوہریرہؓ ایک غریب آدمی تھے۔ مگر جب انہوں نے قسم کھائی تو خدا آسمان سے ان کی مدد کے لیے اُتر آیا۔ اور وہی مسلمان جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش کو بھی رڈ کر چکا تھا اس نے بدلہ لینا ترک کر دیا۔ تو مومن کی دعا خدا تعالیٰ کے عرش کو بھی ہلا دیتی ہے اور اس کے فرشتے انسان کی مدد کے لیے آسمان سے اُترنے لگ جاتے ہیں۔

مجھے اِس خطبہ کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ پچھلے دنوں متواتر مجھے مختلف مقامات سے احمدیوں کے خطوط پہنچے ہیں کہ مخالف انہیں دِق کر رہے ہیں۔ بعض نے اپنے افسروں کے متعلق لکھا ہے، بعض نے اپنے علاقہ کے رئیسوں کے متعلق لکھا ہے، بعض نے علماء کے متعلق لکھا ہے اور بعض نے اَور بعض صاحبِ اثر لوگوں کے متعلق لکھا ہے کہ وہ انہیں احمدیت کی وجہ سے تنگ کر رہے ہیں۔ میں ان سب سے کہتا ہوں کہ میں اُنہی جیسا ایک انسان ہوں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی فرماتے ہیں کہ میں ایک بشر رسول ہوں اور میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادموں کا بھی خادم ہوں۔ پھر میرے بشر ہونے میں کیا شُبہ ہوسکتا ہے۔ پس میں ان کی ضرورت پوری نہیں کر سکتا۔ ان کی ضرورت خدا ہی پوری کر سکتا ہے۔ پس ان کو چاہیے کہ وہ خدا تعالیٰ سے دعا کریں اور اُنہی الفاظ میں کریں جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھائے ہیں اور وہ یہ ہیں کہ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُ بِکَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ۔3 یعنی اے خدا ہمارے دشمن اتنے طاقتور ہو گئے ہیں کہ ہم ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ ہم ان کی چھاتیوں کے آگے تجھے کھڑا کرتے ہیں تا کہ وہ شر جو دشمن ہمیں پہنچانا چاہتے ہیں اُن سے ہم محفوظ رہیں اور تیری تائید اور نُصرت ہمارے شاملِ حال رہے۔ ہم نے تجربہ کیا ہے کہ اس دعا کے نتیجہ میں بڑے سے بڑے طاقت ور آدمی بھی اپنے ہتھیار پھینک دیتے ہیں اور ان کی تمام تدبیریں خاک میں مل جاتی ہیں۔ پس میں جماعت سے کہتا ہوں کہ وہ قرآن کریم کی اس آیت اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت پر غور کریں اور ان حالات میں خدا تعالیٰ سے دعا کیا کریں کہ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُ بِکَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ۔ اگر تم ان الفاظ میں خدا تعالیٰ

سے دعا کرتے رہو گے تو میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ اگر تمہارے دشمن آسمان سے بھی اونچے چلے جائیں گے تو خدا کے فرشتے ان کی ٹانگیں پکڑ کر اس طرح کھینچیں گے کہ ان کے جسم کا ذرّہ ذرّہ ہوا میں اُڑ جائے گا۔

1953ء میں جب فسادات ہوئے تو جھنگ کا ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ گستاخی تو ہوگی مگر میں حکم پہنچانے پر مجبور ہوں۔ ہوم سیکرٹری کی طرف سے گورنر صاحب کا آپ کے نام حکم آیا ہے کہ آپ احرار کے متعلق کوئی بات نہ کہیں اور نہ اخبار میں اس کے متعلق کچھ لکھیں کیونکہ اس طرح جوش پیدا ہوتا ہے۔ میں نے کہا ظلم احرار کر رہے ہیں یا ہم کر رہے ہیں؟ ہمارے آدمیوں کا بائیکاٹ کیا جارہا ہے یا احرار کا بائیکاٹ کیا جارہا ہے؟ ہمارے آدمی قتل ہو رہے ہیں یا احرار کے آدمی قتل ہو رہے ہیں؟ اگر ہماری جماعت کے افراد مارے جارہے ہیں۔ اگر ہماری جماعت کے افراد کا بائیکاٹ کیا جارہا ہے اور اگر ہماری جماعت کے افراد کے گھروں کو جلایا جارہا ہے تو چاہیے تھا کہ نوٹس اُن کو دیا جاتا۔ مجھے کیوں نوٹس دیا گیا ہے۔ وہ کہنے لگا میں تو نوکر ہوں۔ گورنر صاحب کا آرڈر آیا تھا جسے میں پہنچانے پر مجبور تھا۔ ورنہ میں نے تو پہلے ہی معذرت کر دی ہے کہ مجھے اِس گستاخی کی معافی دی جائے۔ جب وہ اٹھنے لگا تو میں نے کہا تم نے تو اپنا فرض ادا کر دیا ہے۔ اب مجھے بھی اپنا فرض ادا کرنے دو۔ تمہارے گورنر کو یہ دعوٰی ہے کہ وہ حکومتِ پاکستان کا نمائندہ ہے اور مجھے یہ دعوٰی ہے کہ میں ربُّ العرش کا نمائندہ ہوں۔ تم اپنے آپ کو اسی لیے محفوظ سمجھتے ہو کہ تم حکومت کی طرف سے آئے ہو اور تم سمجھتے ہو کہ اگر میری ہتک ہوئی تو گورنمنٹ خود ہتک کرنے والے کو پکڑ لے گی۔ پس اگر تم کو یہ یقین ہے کہ میری ہتک پر یہ گورنر میری مدد کو پہنچے گا۔ تو اگر میں خدا کا گورنر ہوں تو کیا خدا میری مدد کے لیے نہیں آئے گا؟ اس کے بعد میں نے اسے کہا کہ جاؤ اور اپنے افسروں سے کہہ دو کہ قریب ہی میرا خدا ان کی گردنیں پکڑ لے گا اور جس طرح تمہارے گورنر نے اپنا حکم بھیج کر میری گردن مروڑی ہے۔ اِسی طرح میرا خدا اُس کی گردن مروڑ کر رکھ دے گا۔ چنانچہ سات دن کے اندر اندر گورنر کو برطرف کر دیا گیا اور اُسے واپس بلا لیا گیا۔

اس واقعہ کا اتنا اثر تھا کہ بعد میں جب سپرنٹنڈنٹ پولیس میری تلاشی کے لیے آیا (اب چونکہ وہ پنشن لے چکا ہے اس لیے اس بات کے بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں) تو اُس نے کہا

کہ مجھے تو یہ حکم ہے کہ میں زنانے میں بھی گھس کر تلاشی لوں۔ مگر میرے دل میں آپ کا بڑا ادب ہے۔ آپ مجھے صرف اپنی دہلیز میں پیر رکھنے دیں۔ میں لکھ دوں گا کہ میں نے تلاشی لے لی ہے۔ میں نے کہا یہ نہیں ہوسکتا۔ اگر گورنمنٹ نے مجھ سے پوچھا تو میں یہی کہوں گا کہ میری کوئی تلاشی نہیں لی گئی۔ اس لیے میرے ساتھ چلو اور تلاشی لو۔ پھر میں اُسے اپنے ساتھ لے گیا اور میں نے کہا یہ کاغذات موجود ہیں ان کو دیکھ لو۔ وہ بار بار معذرت کرتا اور کہتا کہ حکم پورا ہو گیا۔ مگر میں نے کہا اِس طرح نہیں پہلے سارے کاغذات دیکھ لو پھر حکم پورا ہوگا۔ اُس نے ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس کو بھی اندر بلا لیا تھا۔ چنانچہ سارے کاغذات اُسے دکھائے گئے تاکہ گورنمنٹ کا حکم پورا ہو جائے۔ اِس طرح خدا نے فوراً وہ بات پوری کر دی جو میری زبان سے نکلی تھی۔ اب کُجا گورنر اور کُجا میری ذات۔ مگر سات دن کے اندر اندر اُسے گورنری سے رُخصت کر دیا گیا اور اب تک وہ وکالتیں کرتا پھرتا ہے۔

پس دعائیں کرو اور اللہ تعالیٰ سے اپنی مشکلات کا ازالہ چاہو اور یاد رکھو کہ خواہ تمہاری مخالفت کرنے والے تمہارے ہمسائے ہوں یا علمائے دین ہوں، یا بڑے بڑے تاجر اور کارخانہ دار ہوں یا قوم کے لیڈر اور رئیس ہوں۔ اگر تم اخلاص سے یہ دعا کرو گے کہ **اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُ بِکَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ**۔ تو میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ اگر تم ان کے پاؤں کی خاک بھی ہو گے تو اللہ تعالیٰ آسمان سے اپنا ہاتھ بڑھا کر اُن کی گردنیں مروڑ دے گا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ صرف کُنْ کہتا ہے اور زمین وآسمان میں تغیر پیدا ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اگر تم اخلاص سے اُس سے دعا کرتے رہو گے تو خدا تعالیٰ کہے گا کہ اے زمین وآسمان! میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ تمہارا ذرّہ ذرّہ اس شخص کی تائید میں لگ جائے۔ بے شک تمہارا مخالف پانی چھان چھان کر پیئے۔ رات اور دن پرہیز کرتا رہے۔ خدا تعالیٰ کہے گا کہ اے ہیضہ کے کیڑو! تم اتنی تعداد میں اس شخص کے اندر داخل ہو جاؤ کہ دنیا کی کوئی دوائی اس پر اثر نہ کر سکے۔ اے انفلوئنزا کے کیڑو! تم اتنی تعداد میں اس شخص کے اندر داخل ہو جاؤ کہ دنیا کی کوئی دوائی اس پر اثر نہ کر سکے۔ اے طاعون کے کیڑو! تم اتنی تعداد میں اس شخص کے اندر داخل ہو جاؤ کہ دنیا کی کوئی دوائی اس پر اثر نہ کر سکے اور یہ تڑپ تڑپ کر مر جائے اور میرا مومن بندہ خوش ہو جائے کہ میں نے اس کی تائید کی ہے۔

پس میں تمہیں یہی نصیحت کرتا ہوں بیشک مجھے خط لکھ دینا بھی ایک مفید بات ہے۔ اس سے

مجھے تحریک ہوتی ہے اور میں دعا کر دیتا ہوں۔ مگر اصل طریق یہی ہے کہ تم خود عجز وانکسار سے خدا تعالیٰ کے آگے جھکو اور اس سے دعائیں کرو کہ وہ تمہیں دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھے۔ آخر یہ کس طرح مانا جا سکتا ہے کہ تم نے تو خدا تعالیٰ کے مامور کو مان لیا مگر خدا تعالیٰ بات نہیں مانے گا۔ اللہ تعالیٰ کسی کا احسان اپنے سر پر نہیں رکھتا۔

قرآن کریم میں آتا ہے کہ اعراب کہتے ہیں کہ ہم نے اسلام قبول کر کے خدا تعالیٰ پر احسان کیا ہے۔ خدا تعالیٰ اس کے جواب میں فرماتا ہے کہ تم احسان مت جتاؤ۔ خدا نے تم پر یہ احسان کیا ہے کہ اس نے تمہیں اسلام قبول کرنے کی توفیق دی ہے۔4 پس جب کوئی شخص خدا تعالیٰ کے مامور کو قبول کرتا ہے تو چونکہ خدا تعالیٰ یہ برداشت نہیں کرتا کہ اس پر کوئی احسان رکھے اس لیے وہ فوراً اُسے اپنے انعامات سے نوازنا شروع کر دیتا ہے۔ اِسی طرح اگر تم کو تکلیف دی جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ جلد ہی ایسے سامان پیدا کر دے گا کہ تمہاری تکلیف دور ہو جائے گی۔ کیونکہ اگر وہ تکلیف دور نہ ہوئی تو قیامت کے دن تم خدا تعالیٰ سے کہہ سکتے ہو کہ لوگوں نے ہمیں دنیا میں یہ یہ تکلیفیں دی تھیں۔ اے خدا! تُو بتا کہ تُو نے ہمارے ساتھ کیا سلوک کیا؟ اللہ تعالیٰ اس کا یہی جواب دے سکتا ہے کہ تمہارے بڑے بڑے دشمن تھے جن کو میں نے ہلاک کر دیا اور تمہیں انکی شرارتوں سے محفوظ رکھا۔

آخر صحابہؓ کو بھی بڑی بڑی تکلیفیں پہنچی تھیں۔ جب مرنے کے بعد وہ خدا تعالیٰ سے کہیں گے کہ الٰہی! تیری خاطر ہم نے اپنا وطن چھوڑا، بہن بھائیوں اور رشتہ داروں کو چھوڑا، لڑائیاں کیں، مالی اور جانی قربانی کی تو خدا تعالیٰ انہیں کہے گا کہ تمہیں یاد ہے تم سوکھی روٹیاں کھاتے تھے اور تمہیں تن کے پورے کپڑے بھی میسر نہیں تھے۔ یہاں تک کہ بعض دفعہ تمہارا امام نماز پڑھاتا تو سجدہ میں جاتے وقت وہ ننگا ہو جاتا تھا مگر پھر میں نے سارے عرب کا تمہیں بادشاہ بنا دیا اور مکہ کے وہ بڑے بڑے سردار جو تمہیں جوتیاں مار لیتے تھے وہ تمہارے سامنے غلاموں کی طرح پھرنے لگے۔ اب بتاؤ! میں نے تم پر کتنا بڑا احسان کیا تھا۔ اور یقیناً انہیں ماننا پڑے گا کہ خدا نے جو اُن پر احسان کیا تھا اگلے جہان میں جو نعمتیں انہیں ملیں گی ان کو جانے دو۔ اس جہان کا انعام ہی اس خدمت کے مقابلہ میں بہت زیادہ تھا جو انہوں نے خدا تعالیٰ کے دین کے لیے کی۔ پس خدا تعالیٰ سے دعائیں مانگو اور یقین رکھو کہ وہ تمہاری سنے گا۔ پھر دیکھ لینا کہ بڑی سے بڑی طاقت بھی تمہارا مقابلہ نہیں کر سکے گی۔

دیکھو! مفتی محمد صادق صاحب جب امریکہ گئے تو سرکاری عملہ نے انہیں روک لیا اور امریکہ میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی۔ اُس وقت میں نے ایک نظم لکھی جو ''کلام محمود'' میں ہے اور جس کا ایک شعر یہ ہے کہ

غم اپنے دوستوں کا بھی کھانا پڑے ہمیں
اغیار کا بھی بوجھ اٹھانا پڑے ہمیں

اِس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ حکومت جس نے انہیں روکا تھا ٹوٹ گئی اور اب جو دوسری حکومت قائم ہوئی ہے اُس نے حکم دے دیا ہے کہ احمدی مبلّغوں کے آنے میں کوئی روک نہ پیدا کی جائے۔ بلکہ اب صرف احمدی مبلّغوں کو ہی اجازت نہیں دی جاتی بلکہ ہر سال پاکستانیوں اور ہندوستانیوں کی ایک بہت بڑی تعداد کو بھی اجازت دی جاتی ہے۔ پہلے صرف جرمن اور انگریز وہاں جا سکتے تھے مگر اب پاکستانی اور ہندوستانی بھی بڑی تعداد میں وہاں جا سکتے ہیں۔ پس خدا تعالیٰ کے فضلوں سے مایوس نہیں ہونا چاہیے اور انسانوں کی طرف نہیں دیکھنا چاہیے۔ یہ انسان تمہارے پاؤں کی انگلی کی میل سے بھی زیادہ حیثیت نہیں رکھتے اور جب خدا چاہے گا انہیں کچل کر رکھ دے گا۔ مخالفتیں ایک عارضی چیز ہیں۔ تمہیں اصل توکل خدا پر رکھنا چاہیے کہ وہی مدد کرنے والا اور دشمنوں پر غلبہ دینے والا ہے''۔

(الفضل 22 جون 1957ء)

---

1 : البقرۃ: 187

2 : صحیح بخاری کتاب التفسیر باب '' والجروح قصاص'' میں حضرت انس بن مالک کی پھوپھی کا ذکر ہے۔

3 : سنن ابی داؤد کتاب الصلاۃ (کتاب الوتر) باب ما یقول الرّجلُ اذا خاف قومًا

4 : يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا ؕ قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ ۚ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝۱۸ (الحجرات: 18)